

## قسط 4

مراد کی آنکھ دوپہر چار بجے کھلی۔ وہ بہت گہری نیند سویا ہوا تھا جس کی وجہ سے عائشہ بیگم نے سب کو اسے تکلیف دینے سے منع کر دیا۔

وہ چار بجے اٹھا تو ٹائم دیکھ کر حیران رہ گیا۔۔۔

اف۔۔۔ میرے خدایا۔۔۔ میں نے تو آج گاؤں جانا تھا۔۔۔ وہ جلدی سے اٹھتا ہوا بولا۔

اچانک کسی نے اس کے کمرے پر دستک دی۔۔۔ تو مراد نے اسے اندر آنے کا حکم دے دیا۔۔۔

عائشہ بیگم اندر داخل ہوئی تو انہوں نے مراد کو بتایا کہ انہیں اور گھر والوں کو کسی سلسلے میں دوسرے گاؤں جانا ہے۔۔۔ تمہارے دادا کے پاس۔۔۔ میں نے ان سے بات کی تھی کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے۔ لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ مراد کو یہاں پر ہی رہنے دو۔۔۔

کیونکہ وہ سفر اور شادی کی تھکاوٹ سے تھک گیا ہوگا اسے اپنی تھکاوٹ دور کرنے دوں۔۔ اگر تم چلنا چاہو مراد تو چل بھی سکتے ہوں۔

نہیں ماما میں نہیں جانا چاہتا اب لوگ چلے جائیں۔۔ وہ آنکھوں کو مسلتا ہوا بولا۔۔ اسے دادا سے بھی ضروری کام تھا گاؤں میں۔۔

چلو ٹھیک ہے جلدی سے تیار ہو کر نیچے آکر کھانا کھا لو۔۔ وہ کہتی ہوئی دروازے کی طرف چل دی۔۔

مراد کو اپنا گاؤں جانا ناممکن لگ رہا تھا۔۔

سو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔۔ اس نے کل جانے کا فیصلہ کر لیا۔۔ اب ویسے بھی اسے دیر ہو گئی تھی۔۔

اسے خود بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ

وہ کیسے اتنی چین کی نیند سو سکتا ہے۔۔

وہ جلدی سے بستر سے اٹھتا ہوا آئینے کی طرف گیا۔۔

وہ آئینے میں خود کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔۔

ایک اور دن سہی میرے دل کی رانی تمہارے بغیر۔۔۔۔

مراد سیڑھیوں سے نیچے اترتا ہوا آمنہ باجی کو کھانے کا آرڈر دے چکا تھا۔۔

آمنہ باجی کچن کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ عائشہ بیگم کی آواز نے انہیں روک لیا۔۔ تو وہ ان کی بات سننے لگی۔

انہتا کو کہیں مراد کو کھانا دیں۔۔ آپ میرے ساتھ آئے مجھے اپنا کچھ کام کروانا ہے۔

جی جی۔۔ میں انہتا کو کہتی ہوں وہ نواب صاحب کو کھانا دے دیں۔۔۔ وہ انہتا کو کام کا کہنے چلی گئی۔

مراد ان ساری باتوں میں خاموش رہا اسے ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔۔۔

وہ ٹیبل پر بیٹھا ان دونوں عورتوں کی باتوں کو دلچسپی دے بغیر اپنے فون میں مگن ہو گیا۔۔

کیا میں مراد خان کو کھانا دوں گی۔۔۔ آپ دے دیں میں ہی کیوں۔۔۔ انہتا چلا اٹھی۔۔۔

مجھے بیگم صاحبہ نے اپنے کام کے لیے بلایا ہے۔۔۔ چلو نواب صاحب کو کھانا دو مہارانی صاحبہ۔۔۔ آمنہ باجی انہتا پر غصہ ہوتی ہوئی بولی۔۔۔

زہر ملا دوں گی میں اس مراد نواب کے کھانے میں۔۔۔ اس نے آمنہ باجی کو دھمکی دی۔۔۔

بکواس نہ کرو اور چلو۔۔۔ وہ ان کے ساتھ چل دی۔ نا چاہتے ہوئے بھی۔۔۔

پوری حویلی میں ہی ملی تھی اسے کھانا دینے کے لیے۔۔۔ دل تو کر رہا ہے زہر ملا ہی دوں۔۔۔

وہ کچن میں کھانے کی ٹرے اٹھائے مراد خان کے سامنے جانے کو تیار تھی۔۔۔

اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔۔۔ موت باہر اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔

مراد ٹیبل پہ بیٹھا موبائل میں مگن تھا جب انہتا نے ٹرے مراد کے سامنے رکھی۔۔۔

آپ کا کھانا۔۔۔ انا۔۔۔ نا۔۔۔ وہ گھبرا کر بولی۔۔۔

اس نے اپنا سر اور نظر اتنی جھکائی ہوئی تھی کہ مراد کی نظر اس کے چہرے پر نہ پڑے۔۔۔۔

وہ میں۔۔۔۔ مراد نے موبائل کی طرف سے نظریں ہٹا کر انہتا کی طرف دیکھا۔۔

وہ پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔۔ وہ لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔ جس نے چھ سال سے اسے قید کر رکھا تھا۔۔

وہ لڑکی کوئی اور نہیں انہتا تھی۔۔ وہ ہر بار کی طرح اس کے چہرے میں کھو جاتا تھا۔۔۔۔

تم۔۔۔۔ یہاں۔۔۔ مراد کی یہ بات اس کے کانوں میں گئی۔۔۔

وہی ہو رہا تھا جس کا انہتا کو ڈر تھا۔

ج۔۔۔ جی۔۔۔ اس نے گھبراتے ہوئے اپنی آنکھوں کو اٹھایا۔۔۔

تو آنکھیں مراد کی آنکھوں سے جا ٹکرائی۔۔

مراد ہر بار کی طرح اس کی آنکھوں میں قید ہو جاتا تھا۔۔

اور اس بات کا اعتراف وہ خود بھی کرتا تھا۔۔



تم کون ہو۔۔۔ وہ ہوش کی دنیا میں واپس آتا ہوا بولا۔۔۔

جی۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ م۔۔۔ یں وہ ان۔۔۔ ہوتا ہ۔۔۔ ہوں۔۔۔ وہ ادھورے لفظوں میں بمشکل بول پائی۔۔۔

کون یہاں پہلے نہیں دیکھا۔۔۔ وہ تھل سے بولا۔۔۔ اسے اس کے نام کی بالکل سمجھ نہیں آئی تھی۔۔۔

اس کی نظر اس کے گالوں پہ پڑی جہاں آنسو بہنا شروع ہو چکے تھے تیز رفتار آنسو۔۔۔

جی۔۔۔ وہ ی۔۔۔ یہاں کام ک۔۔۔ ک۔۔۔ رتی ہوں۔۔۔ مشکل سے ایک اور جواب دیا۔۔۔

مراد کی دھڑکن رک گئی۔۔۔ کام۔۔۔ ملازمہ۔۔۔ وہ شوک کی حالت میں اس سے دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

جی۔۔۔ نظریں ابھی ابھی جھکائی ہوئی تھی۔۔۔

اتنی سلیقے سے بات تو انہتا نے کبھی کسی سے نہیں کی تھی جتنی اس وقت مراد سے کر رہی تھی۔

آمنہ باجی دیکھ لیتی تو اش اش کر اٹھتی۔

اس کے لیے انہتا سے نظریں ہٹانا مشکل تھا اور انہتا کے لیے اس سے نظریں ملانا مشکل تھا۔۔

پانی۔۔ اس وقت اسے پانی کی شدید طلب محسوس ہوئی۔۔ "صبر کا گھونٹ پینا بھی بہت مشکل کام ہے"۔۔

انہتا نے پانی کا گلاس مراد کی طرف کیا۔۔ آنسو ابھی بھی بہہ رہے تھے۔۔

مراد نے پانی نہ پکڑا وہ تو صرف اس چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔

اچانک اسے پانی کے خیال آیا تو اس نے اپنا ہاتھ پانی کے لیے اگے بڑھایا۔۔ کہ انہتا کے ہاتھ کو چھو کر گزرا۔۔

۔ انہتا نے فوراً اپنا ہاتھ گلاس سے دور کر لیا۔۔

اس ساری کاروائی میں مراد کو صرف ایک بات نہیں پسند آئی تھی۔۔

اور وہ یہ تھی کہ وہ اس گھر میں کام کرتی ہے۔۔ ایک نوکرانی کی حیثیت سے۔۔

مراد سر جھکائے کھانے کو دیکھ رہا تھا۔ اور انتہا جانے کا حکم سننے کے لیے کھڑی تھی۔۔۔  
اب انتہا کی سسکیاں سنائی دینے لگی۔۔۔ مراد نے ایک نظر اسے دیکھا اسے خود سے گھن  
محسوس ہونے لگی۔۔۔

وہ لڑکی جو اس گھر میں مہارانی بنی چاہیے تھی وہ ایک نوکرانی بنی ہوئی تھی۔۔۔  
کیا ہوا ہے اب تمہیں۔۔۔ وہ پریشان ہوتا ہوا بولا۔۔۔

ک۔۔۔ کچھ نہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ مہ۔۔۔ میں ج۔ج۔ اوں۔۔۔ وہ سسکیوں کے ساتھ بولی۔۔۔  
یہ کھانا لے جاؤ۔۔۔ موڈ نہیں میرا تمہارے آنسو نے سارا موڈ خراب کر دیا ہے میرا۔۔۔ وہ  
کرسی سے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔۔۔ کہ  
وہ دو قدم مراد سے دور ہوئی کہ مراد کا دماغ اور گھوم گیا۔۔۔

ڈر کیوں لگ رہا ہے مجھ سے۔۔۔ مراد اس کی طرف قدم بڑھاتا ہوا بولا۔۔۔

مہ۔۔۔ میں اسندہ نہ۔۔۔ نہیں نہ۔۔۔ ن۔۔۔ نکلوں گ۔۔۔ ی۔۔۔ ایم س۔۔۔ سوری۔۔۔ مجھے  
معاف۔۔۔ فکت۔۔۔ یں وہ روتے روتے بولی۔۔۔



کیا۔۔۔ وہ اس پر ایک نظر ڈالتا ہوا بولا۔۔۔

اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلوں گی۔۔۔ رات کے وقت کبھی باغ میں نہیں آؤں گی۔۔۔ یہ پہلا جملہ تھا جو اس نے اٹکے بغیر بولا تھا۔

تو وہ تم تھی۔۔۔ جو رات کے وقت باغ میں نکلتی تھی۔۔۔

مراد اپنی انگلیاں ماتھے پر مسلتا ہوا بولا۔۔۔

جی۔۔۔ وہ۔۔۔ بس۔۔۔ بہ۔۔۔ غلطی ہو گئی۔۔۔ انسو اب خشک ہو رہے تھے اس کے گالوں پر۔۔۔

ابھی یہ کھانا لے کر جاؤ۔۔۔ اور بعد میں میرے کمرے میں آنا۔۔۔ حکم دیتا ہوا وہ اپنے قدم اپنے کمرے کی طرف لے گیا۔۔۔

جی۔۔۔ کیوں۔۔۔ آنسو پھر سے بہنا شروع ہو چکے تھے۔۔۔

جتنا کہا ہے اتنا کرو۔۔۔ وہ کہتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔۔۔

آنا تو تمہیں اسی کمرے میں ہے چاہے جو مرضی ہو جائے۔۔۔

وہ دل ہی دل میں سوچتا ہوا اپنے قدم اوپر کی جانب لے جا رہا تھا۔۔۔

اور وہ انتہا خاموش کھڑی اسے اوپر جاتی دیکھ رہی تھی۔۔۔

اگر اس وقت آمنہ باجی انتہا کو اس حالت میں دیکھ لیتی۔۔

تو مراد کو اس کے پھرے پر ہمیشہ کے لیے تائیات کر دیتی۔۔۔

وہ ابھی کمرے میں ٹھل رہا تھا کہ اچانک کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز کمرے میں گونجی۔۔۔

وہ شیشے کے سامنے کھڑا اپنے دل پر ہاتھ رکھے خود کو پرسکون کر رہا تھا۔۔۔

وہ میری ہونے والی بیوی اس حویلی میں ایک نوکرانی کی حیثیت سے۔۔۔ اے میرے

خدا یا۔۔۔

یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ وہ میرے گھر تو ہے مگر میرے گھر میں ایک نوکرانی کی حیثیت سے

کب سے اور کیوں۔۔۔۔

وہ اسی گھر میں کیوں۔۔۔

اے میرے رب مجھے صبر دے۔۔

سچ میں بہت مانگا ہے اس کو۔۔ جیسے میرے سامنے لایا ہے۔۔ ویسے ہی میرا کر دے۔۔ ہر دعا میں اسے مانگا ہے۔۔

مجھے اس سے نواز دے۔۔ مجھے اپنے لیے لڑنے کی ہمت دیں۔۔ اس کا ساتھ دے مجھے امید ہے جیسے آپ نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا اب بھی نہیں کریں گے۔۔۔

سچ میں بہت مانگا اسے میری تقدیر میں لکھ دے اسے۔۔۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنے دل پر ہاتھ رکھے

دعائیں مانگ رہا تھا۔۔ اس کے دل کی

سانسیں رک جاتی تھی اس لڑکی کے لیے۔

کیا کریں گئے۔۔ کیوں بلایا ہے۔۔ اللہ جی پلیز بچا لے۔۔

خود کو ہمت دیتی ہوئی دل ہی دل میں بولی۔۔

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے کمرے تک جا رہی تھی اور وہاں مراد خان اس کے انتظار میں کھڑا تھک چکا تھا۔۔۔

وہ ابھی تک کیوں نہیں آئی۔۔۔ مراد سر پکڑتا بولا۔۔۔

اچانک اسے دروازے پر کسی کی دستک کی آواز سنائی دی۔۔۔

اندر آجاؤ۔۔۔ اس کی آواز انہتا کے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔ کہ انہتا فوراً سے اندر داخل ہو گئی۔۔۔

اتنی دیر بعد کیوں آئی اب بھی نہ آتی۔۔۔

وہ۔۔۔ وہ کا۔۔۔ کام کر۔۔۔ رہی۔۔۔ تھ۔۔۔ تھی۔ کاپتی آواز میں اس نے جواب دیا۔۔۔

دروازہ بند کرو۔۔۔ مراد نے اس پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے ایک حکم جاری کیا۔۔۔

کہ اس نے فوراً سے دروازہ بند کر دیا۔۔۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔۔۔ اب صرف کمرے میں مراد خان اور انہتا سرفراز کے وجود کے علاوہ کچھ نہ تھا۔۔۔

کسی کے ساتھ تمہارا چکر چل رہا ہے کیا۔۔۔





وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھی۔۔ جو اس کے جسم کی ہڈیوں کو صاف واضح کر رہا تھا مراد کی نظر اس کی گردن پر پڑی جہاں پر دو تل تھا بڑے بڑے۔۔ پھر اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔۔ آنکھیں جھکی ہوئی تھی۔۔ ناک پتلا تھا جس پر سفید موتی الگ نظر آرہا تھا۔۔ رنگت اس کی کندنی تھی۔۔ دوپٹے میں بال قید تھے مگر ہلکے سے نظر آرہے تھے۔۔ براؤن کلر تھا بالوں کا۔۔ قدرتی براؤن۔۔ جیسے مراد نے چھ سال پہلے دیکھے تھے بالکل ویسے ہی تھے۔۔

اب مراد کی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی جہاں پر ایک نشان تھا جسے اس نے چھ سال پہلے بھی دیکھا تھا۔۔

یہ نشان جو ہاتھ پر ہے کیسے لگا۔۔ وہ ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔۔  
وہ۔۔ بچپ۔۔ یں۔۔ بچپن سے ہے۔۔۔ ہے۔۔ وہ ہاتھ کا نشان چھپاتے ہوئے بولی۔۔  
میں نے یہ نہیں پوچھا کہ کب سے ہے۔

میں نے یہ پوچھا کہ کیسے لگا۔۔ مراد اس پر آنکھیں گاڑتا ہوا بولا۔۔

وہ۔۔ ہ۔۔ ک۔۔ کھیلتے گ۔۔ گرگ۔۔ گئی ت۔۔ تھی۔۔ ٹوٹے لفظوں میں اس نے جواب دیا۔۔

نشان دیکھ کر لگتا نہیں کھیتے گر گئی تھی۔۔۔ جھوٹ بول رہی ہو۔۔۔ وہ بھی مراد خان تھا جانتا تھا کہ وہ سچ نہیں بول رہی وہ بھی چہرہ اور آنکھیں پڑھ سکتا تھا۔۔۔

نہ۔۔۔ نہیں سہ۔۔۔ مراد کے قدم انتہا کی طرف بڑھے تو انتہا نے ڈر کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔۔۔

وہ اب اس کے سامنے کھڑا تھا۔

ہاتھ دکھاؤ۔۔۔

ج۔۔۔ جی۔۔۔ وہ آنکھیں اٹھاتی ہوئی بولی۔۔۔

ہاتھ دکھاؤ ورنہ۔۔۔ مراد کے الفاظ مکمل ہونے سے پہلے وہ ہاتھ مراد کے سامنے کر چکی تھی۔۔۔

وہ اب اس نشان کو دیکھ رہا تھا جو ابراہا تھا جیسے کسی نے بے دردی سے ہاتھ کو کاٹنا چاہا ہو اس نے خود کو کیسے سنبھالا ہوا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا پہلے اس کا نوکرانی نکلتا اور پھر یہ زخم۔۔۔

انہتا کی ہچکیوں کی آواز بلند ہونے لگی مراد اس کے چہرے کو چھونا چاہتا تھا مگر وہ لڑکی اس کے حصار سے تنگ آچکی تھی۔۔۔۔۔ وہ اس سے دور ہو گیا۔۔۔

"کچھ لوگ ہماری زندگی میں ستاروں کی طرح ہوتے ہیں۔۔۔

جو صرف دور سے چمکتے ہیں مگر ہمارے ہاتھ نہیں آتے۔۔۔۔۔"

یہ گلاس ٹوٹ گیا ہے اسے اٹھا دو۔۔۔ مراد اسے دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

وہ اگے بڑھتی جلدی جلدی سے کانچ اٹھانے لگی۔۔۔

ایسے ہی میرے دل کے ٹکڑے بھی اٹھا لو۔۔۔ میں ٹوٹ گیا ہوں تم کو دیکھ کر۔۔۔

اس حالت میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا میں۔۔۔ وہ اس لڑکی کو کانچ اٹھاتا دیکھ رہا تھا۔۔۔

اف میرے خدایا۔۔۔ وہ اونچی آواز میں بولتا ہوا صوفے پر جا بیٹھا۔۔۔

انہتا کے کانوں میں یہ آواز گونجی اس نے اس چہرے کو پیچھے مڑ کر دیکھا جو صرف اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔

اور نہ جانے کس سوچ میں گم تھا۔۔۔

وہ شخص اسے اس شخص جیسا لگا جس سے اس نے سب سے زیادہ نفرت کی تھی۔۔

اس نے جلدی سے کانچ کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ اسے جلدی سے اس کمرے سے باہر جانا تھا۔۔۔

اس کی نظروں سے دور جانا تھا۔۔۔

میں جاؤں۔۔۔ کانچ سمیٹنے کے بعد وہ ہلکا سا بولی۔۔۔

آج رات کو بھی باغ میں آؤ گی کیا۔۔۔ وہ ہلکا سا مسکراتا ہوا بولا۔۔۔

جی۔۔۔ وہ گھبراتی ہوئی بولی۔۔۔۔

میں جاؤ۔۔۔ وہ اپنا سوال پھر دہرا گئی۔

جاؤ۔۔۔ کل پھر آنا۔۔۔ وقت بتاؤں گا۔۔۔ مراد حکم دیتا ہوا بولا۔۔۔

وہ کمرے کا دروازہ کھولتے جلدی سے بھاگ گئی۔

کب تک بھاگو گی۔۔۔ آنا تو میرے پاس ہی ہے۔۔۔

کیا ہوا ہے انہتا۔۔ آمنہ باجی انہتا کو سیڑھیوں میں ملی۔

وہ۔۔۔ کچھ نہیں وہ۔۔۔ وہ۔۔۔

میرے کمرے میں گلاس ٹوٹ گیا تھا اس لیے کمرے میں بلایا تھا۔۔ پیچھے سے ایک مردانہ  
آواز سنائی دی۔۔۔

وہ مراد دوبارہ سے انہتا سرفراز کے سامنے اکھڑا ہوا۔

تو اس میں گھبرانے والی کیا بات ہے۔۔۔ آمنہ باجی انہتا کو دیکھتے بولی۔۔

وہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے بس اس لیے۔۔۔ اس نے یہ جملہ ایسے بولا کہ مراد حیران رہ گیا۔

کیوں کیا ہوا۔۔ مراد آمنہ باجی سے پہلے بول اٹھا۔۔

انہتا نے نظر اٹھا کر مراد کو دیکھا اور وہ پھر گھبرا گئی۔

مراد صاحب کیا بتاؤں اس لڑکی کا بڑی کام چور ہے۔۔



کوئی کام ڈنگ سے نہیں کرتی۔۔ میں تو بچا بچا کر تھک گئی ہوں بخار نہ بھی ہو تو بہانہ بنا کر چھٹی کر لیتی ہیں پتہ نہیں کیا سوچتی رہتی ہے۔۔

آمنہ باجی مراد کے سامنے اس کی ساری بول کھول رہی تھی۔

اپ ایسا کریں اسے میرے کاموں پر لگا دیں۔۔ ٹھیک رہے گی پھر یہ۔۔ سارے کام میرے یہ کرے۔۔

وہ مسکراتا انہتا کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

جی یہ بھی ٹھیک ہے ویسے بھی آپ کے کون سے زیادہ کام ہوتے ہیں۔۔ آمنہ باجی سوچتے ہوئے بولی۔۔

نہیں۔۔ انہتا جلدی سے بولی۔۔

کیا نہیں۔۔ آج سے تم میرے کام کرو گی بس یہ تو طے ہوا۔ اسے شرارت سے دیکھتا ہوا بولا۔۔

وہ اب دوبارہ اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔

نہیں آمنہ باجی میں کوئی مراد خان کا کام نہیں کروں گی۔۔۔

وہ آمنہ باجی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔۔

اچھا۔۔ آمنہ باجی بھی تھکاوٹ کی وجہ سے بس اتنا ہی بول پائی۔۔

میں جا رہی ہوں اپنے کمرے میں۔۔ وہ جلدی سے بھاگتے ہوئے حویلی کے پچھلے حصے چلی گئی۔۔۔

وہ شخص رات کو کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا کہ شاید

وہ لڑکی آئے مگر وہ رات کی رانی نہیں آئی۔۔

وہ اپنے کمرے کے بستر پر مردہ پڑی رو رہی تھی۔۔۔

میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔۔۔ بے حد۔۔۔

میں جس مقام پر آج کھڑی ہوں صرف تم وجہ ہو اس کی۔۔

اٹی ہیٹ یو۔۔۔ چلے جاؤ میری زندگی سے۔۔۔

وہ رو رہی تھی۔۔۔

اور کوئی اس کے نصیب میں آنے کا سوچ رہا تھا۔۔۔

تم اس شخص کی تقدیر میں لکھی گئی ہو

جو تمہیں سب سے زیادہ چاہتا ہے۔۔۔

تم میری ہو انتہا سرفراز۔۔۔ میں تمہیں کسی اور کا ہونے نہیں دوں گا۔۔۔ یہ مراد خان کا تم

سے وعدہ ہے۔۔۔

وہ شخص پوری رات کھڑکی پر کھڑا رہا۔۔۔

تھک کر وہ چھ بجے بستر پر لیٹ گیا۔۔۔

وہ خوبصورت شہزادہ اپنی شہزادی کے انتظار میں سو گیا۔۔۔

جاری ہے

